مکتوب نگاری: ایک ضرورت، ایک فن

ڈاکٹر آصف حمید
اسسٹنٹ پروفیسر اردو
گورنمنٹ کالج آف ایجوکیشن افضل پور، میرپور آزاد کشمیر

LETTER WITING: A NEED, AN ART

Asif Hameed, PhD
Asst. Prof. of Urdu, Govt College of Education
Afzal Pur, Mirpur Azad Kashmir

Abstract

Dictionaries and encyclopedias of various languages help to understand the meanings of letter. Although there are different types of letters but the important one is that in which the emotions and feelings of letter writers are being transmitted. When distance occurs amid the conversation, the letter writing came into existence. It is the human psyche that when he goes away from his dear ones, he expresses his emotions through letters. He often forgets that it may go to other hands. In the letters, beside the heart feelings, current affairs are also discussed. Letters also become the source of emotions, ideology and thoughts of a letter writer.

Keywords:

احتجاج، معاشرتی شعور، کرب واذیت، اندیشہ، گفتار، پہچان کا مژدہ، راہرو،
خواب بجرے، المیہ، تقدیر کا جبر، تاریکی

مکتوب عربی زبان کالفظ ہے جواسم مفعول اور مذکر ہے۔(۱) اس کا مادہ "کَتَــــــب" (۲) اور لفظی مطلب "لکھا ہوا" یا "تحریر" ہے۔(۳) مجازاً اس سے مراد خط یا چٹھی ہے۔(۴) عربی میں مکتوب کے لیے رسالۃ، خطاب اور کتاب کے الفاظ بھی مستعمل ہیں۔(۵) محیط المحیط کے مؤلف مکتوب کی تفہیم ان الفاظ میں کراتے ہیں:

"بعث اليه بمكتوب: برسالةٍ ۔كلام مكتوب بعاطفة جياشة: مخلوط ۔ ماحدث مكتوب على الجبين: مقدّر"(۶)

جبکہ قاموس اطلس الموسوعی میں اس ضمن میں تحریر ہے:

رسالة مكتوبة او مطبوعة موجهة إلى شخص او منظمة ۔ المعنى الحرفي ۔حرف طباعي (طباعة) ۔ اسلوب معين في الطباعة ۔ شعار يمثل الاحروف الاولى من اسم مدرسة يعتبر جائزه للاداء المتميز وخاصة لمنتخب مدرسة او ناد(۷)

فارسی زبان میں بھی یہ لفظ انھی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔لغت نامہ کے مؤلف مکتوب کا مفہوم ان الفاظ میں ادا کرتے ہیں:

"نوشتہ، نوشتہ شدہ، مزبور، مرقوم، مراسلہ، رقعہ، کتاب، قصہ، نامہ کہ از یکی بہ دیگری فرستادہ شود"۔(۸)

فرہنگ فارسی دانش میں مکتوب کا متذکرہ مفہوم ان الفاظ میں درج ہے:

"نوشتہ شدہ، نامہ، رسالہ"۔(۹)

انگریزی میں مکتوب کا ہم معنی لفظ لیٹر (Letter) اور مطلب Wrote ہے۔(۱۰) لیکن المورد میں اس کا مفہوم یوں درج ہے۔ Letter, note, message, dispatch, communicaiton, missive, epistle۔(۱۱)

اصطلاح میں مکتوب سے مراد وہ کاغذ ہے، جس پر کچھ تحریر کر کے ایک شخص دوسرے کو بھیجتا ہے۔(۱۲) اس بارے میں مؤلف اُردو لغت ان الفاظ میں وضاحت کرتے ہیں:

"جو تحریریں وزراء و امراء سے علاقہ رکھتی ہیں ان کو مکتوب کہتے ہیں، چھوٹا بڑے کو لکھے تو عریضہ اور بڑا چھوٹے کو لکھے تو رقعہ"۔(۱۳)

مؤلف اردو لغت کے اس مؤقف سے فی زمانہ اختلاف کی گنجائش نکلتی ہے کہ آج کے دور میں مکتوب ہر اس خط کو کہہ دیا جاتا ہے جو مرتبے و عمر میں چھوٹے یا بڑے کو لکھا جائے۔عریضہ سے بالعموم مراد درخواست ہی لی جاتی ہے اور رقعہ اس چٹھی کو کہا جاتا ہے جو یا تو بہت مختصر ہو یا پوسٹ کر کے بھیجنے کے بجائے دستی بھیجی جائے۔

آکسفورڈ ایڈوانسڈ لرنرز ڈکشنری کے مؤلف نے مکتوب کے اصطلاحی مطلب اور اقسام کو یوں بیان کیا ہے:

" a message that is written down or printed on paper and usually put in envelope and sent to sb: a business/ Thank-you letter, a letter of complaint/sympathy, (BrE) to post a letter, (AmE) to mail a letter, There's a letter for you from your mother, you will be notified by letter" (۱۴)

یوں ہم کہہ سکتے ہیں کہ مکتوب سے مراد وہ تحریر ہوتی ہے، جس میں ضروری بات، جذبے یا فکر کو فاصلاتی مجبوری کے باعث مکتوب الیہ تک پہنچایا جاتا ہے۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ اس بابت ہماری راہنمائی یوں کرتا ہے:

''انشا کی ایک نمایاں صنف مکتوب نگاری ہے جو ضرورت ابلاغ (Communication) کی وجہ سے وجود میں آئی۔ یہ صنف شخصی و نجی افکار و خیالات اور فکر و نظر کا مؤثر ذریعۂ اظہار خیال کی جاتی ہے''۔(۱۵)

ایک زمانے میں خط لکھنے والے کو کاتب کہا جاتا تھا، بعد ازاں فارسی زبان کے اثرات بڑھے، تو خط لکھنے والے کو دوات دار، دبیر اور منشی کہا جانے لگا۔(۱۶) آج کل مکتوب نگاری اصطلاح عام ہے۔

مکتوب کے مترادف لفظ ''خط'' کے بارے میں یہ بتانا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا، کہ عربوں کے ہاں رسم تحریر کا آغاز ہوا تو انھوں نے تحریر کے لیے ''خط'' کا لفظ استعمال کیا، جس سے ڈاکٹر سیّد عبداللہ یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں:

''عربوں کے تصور میں ایجادِ تحریر کا بنیادی مقصد (علم و معلومات سے پہلے) محض پیغام رسانی اور جذبات یا معاملاتِ ضروری کا ابلاغ تھا۔ یہ اس بات سے ظاہر ہوتا ہے کہ عربی میں رسم تحریر یا تحریر ہی کو 'خط' کہتے ہیں''۔(۱۷)

مکتوب یا خط میں مکتوب نگار چونکہ چیزوں، باتوں یا امور کو صرف اس نظر سے نہیں دیکھتا جیسی کہ وہ ہیں، بلکہ انھیں اپنے احساسات و جذبات کے تناظر میں پرکھ کر پیش کرتا ہے، اسی لیے اسے تخلیقی عمل میں شمار کیا جاتا ہے۔ جس کا دوسرا نام ''انشا'' ہے۔ چنانچہ جب مکتوب نگار کو منشی کہا جاتا تھا تو اس میں بھی ''تخلیق کرنے والا'' کا مفہوم موجود ہوتا تھا۔(۱۸)

موضوعاتی و اسلوبیاتی تنوع کے باعث خطوط کو مختلف اقسام میں تقسیم کیا جاتا ہے، یعنی ذاتی و نجی خط، عمومی خط، کاروباری خط، سرکاری و دفتری خط، رسمی خط۔

ذاتی و نجی خط سے مراد وہ خط ہوتا ہے، جس میں عزیز و اقارب کو ذاتی زندگی سے متعلق رازدارانہ باتیں بتائی جائیں۔ ادیب اپنے افکار و نظریات ایسے ہی خطوں میں تحریر کرتے ہیں۔

عمومی خط میں مخاطب تو ایک شخص ہوتا ہے مگر اس کا موضوع اجتماعی نوعیت کا ہوتا ہے۔ مدیرانِ اخبار وجرائد کے نام کسی معاشرتی وسماجی مسئلے پر لکھا جانے والا خط اسی ذیل میں آتا ہے۔

کاروباری خط میں تجارتی ادارے، کاروباری لوگ اور تاجر، اشیا کی خرید وفروخت کو نہایت سادہ زبان میں موضوع بناتے ہیں۔

سرکاری/ دفتری خط وہ ہوتا ہے جو مختلف دفاتر، محکمے یا حکومتیں ایک دوسرے یا عوام کو لکھتے ہیں۔ ملازمت کے حصول کے لیے لکھی جانے والی درخواست بھی اسی زمرے میں آتی ہے۔

رسمی خط کی عبارت شادی بیاہ، علمی وادبی، ثقافتی، تعزیتی یا سیاسی تقریبات میں شمولیت کی دعوت پرمبنی ہوتی ہے۔

یاد رہے کہ مکتوب نگاری کی جو اقسام عمومی، کاروباری، دفتری اور رسمی مکتوب نگاری کی ذیل میں آتی ہیں، بالعموم انشا کی صفت سے عاری ہوتی ہیں۔ انشا کا جوہر نجی یا خاص مکتوب نگاری، جس میں عزیز واقارب کو مخاطب کیا جاتا ہے، ہی میں نظر آتا ہے۔ مکتوب کی اس قسم کو عربی میں ''اخوانیات'' کہتے ہیں''۔(۱۹)

مکتوب نگاری کے فنی لوازمات میں سب سے بنیادی عنصر ابلاغ ہے، اس لیے کہ خط کا اصل مقصد مکتوب الیہ تک اپنے جذبات کی ترسیل ہوتا ہے۔ اگر اس اہم پہلو پر توجہ نہ دی جائے تو فنی اعتبار سے اس کی قدر وقیمت میں کمی آتی ہے۔ یہاں یہ بات بھی واضح رہے کہ حد سے بڑھی ہوئی جذباتیت بھی اس صنف کو مجروح کر دیتی ہے۔ اس ضمن میں جتنا توازن کا خیال رکھا جاتا ہے، اسی قدر اس کی پذیرائی بڑھتی ہے۔ ایک اور اہم بات یہ کہ جو جذبات وخیالات مکتوب نگار کے ذہن میں موجزن ہوتے ہیں، ان کا بناوٹ اور تصنع کے بغیر مکتوب کی زینت بنا بھی ضروری ہے۔ جذبات کے اظہار میں مکتوب نگار جس قدر صداقت اور اخلاص کا خیال رکھتا ہے، اسی قدر اس کا مکتوب فن کی بلندیوں کو چھوتا ہے۔ علاوہ ازیں مدعا کو اختصار کے ساتھ بیان کرنا بھی اس کا نمایاں فنی جزو ہے۔

یہاں اب سوال یہ اٹھتا ہے کہ آخر وہ کون سے اسباب یا مجبوریاں تھیں جن کے پیشِ نظر انسانوں کو خط لکھنے کی طرف توجہ دینی پڑی۔ بلاشبہ جب دنیا کی آبادی کم تھی اور لوگ ایک دوسرے کے بہت قریب رہتے تھے، تو انھیں آپس میں ملاقات اور گفتگو کرنے میں کسی قسم کی دشواری کا سامنا نہ کرنا پڑتا تھا، مگر جوں جوں انسانی ہجوم میں اضافہ ہوتا گیا اور عزیز واقارب ایک دوسرے سے دور آباد ہونے لگے تو فاصلہ گفتگو کی راہ میں حائل ہوا۔ ایسے حالات میں عزیزوں کی خیر وعافیت دریافت کرنے کے لیے انسانی دماغ کو بہت تدبر کرنا پڑا ہوگا اور بالآخر پیغامات رسانی کا کام شروع ہوا ہوگا۔

اگرچہ اسلامی مذہبی تاریخ بتاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیا ورسل تک پیغامات اپنے مقدس فرشتے کے توسط سے پہنچائے، مگر جب انسانوں کا آپس میں پیغام رسانی کا معاملہ پیش آیا تو پیغام پہنچانے کا ذریعہ

انسان ہی بنے ۔یقیناً پہلے پہل زبانی اور بعد میں لکھنے پڑھنے کی استعداد بڑھنے کے نتیجے میں چمڑے اور سلوں پر پیغام لکھ کر بھیجنے کا رواج ہوا۔مگر یہ بات طے ہے کہ لکھنے پڑھنے کا سلیقہ اور شعور یقیناً عطیہ خداوندی ہے، جو بتدریج اولادِ آدم میں پھیلتا چلا گیا اور انسان اس جوہر سے کام لیتے ہوئے فاصلوں کی قید سے آزاد ہونے لگا۔ ڈاکٹر سیّد عبداللہ اس عمل کو انسانی کامیابیوں کا اہم ترین زینہ قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''خط نے انسان کے لئے فاصلے کا مسئلہ حل کر دیا اور اگر ایک لحاظ سے دیکھا جائے تو تسخیر کے جو کمالات انسان نے بعد میں دکھائے ان کا پہلا اور اہم قدم یہی واقعۂ ایجادِ خط تھا'' ۔(۲۰)

خطوط چونکہ انسانی مجلسوں کی رونق کا باعث یا ان کی بازیافت کا ذریعہ ہیں،اس لیے اندازہ یہی ہے کہ انسانی تہذیب وتمدن اور تحریر وتقریر نے جوں جوں ترقی وترفع کی منازل طے کی ہوں گی،توں توں نجی معاملات وجذبات کا اظہار بھی اپنی راہیں متعین کرتا گیا ہوگا۔نیز انسانی خصلتوں کا مطالعہ واضح کرتا ہے کہ دنیا میں ایک جیتے جاگتے انسان کو کئی لوگوں کا دست نگر یا دست گیر بن کر رہنا پڑتا ہے ۔وہ اپنوں میں بیٹھ کر انبساطی مسرت سمیٹتا ہے تو اپنے دکھ انھیں بتا کر ذہنی بوجھ ہلکا بھی کرتا ہے ۔چنانچہ جب وہ ان سے دور ہوتا ہے تو قلم کا سہارا لے کر دلی کیفیات صفحۂ قرطاس پر انڈیلتا چلا جاتا ہے اور جذبات کے بہاؤ میں بھول جاتا ہے کہ مکتوب الیہ کی دسترس سے خط نکل کر کسی اور کے ہاتھ بھی لگ سکتا ہے ۔یوں وہ اجڑی محفلوں کو لفظوں کے سہارے سجاتا ہے اور منہ آئی باتیں بلا دھڑک سپردِ قلم کر کے مسرت وانبساط کے نئے در کھولتا ہے ۔ایسے حالات میں مکتوب گفتگو کرنے کا صحیح نعم البدل بن جاتا ہے اور وہ بغیر کسی بناوٹ اور تصنع کے،دل کی بات یا جذبے اور کیفیت کو ہو بہو کاغذ پر اتارنے لگتا ہے بلکہ زبانی بات چیت سے بھی زیادہ دلکش گفتگو لکھتا ہے۔ڈاکٹر خلیق انجم کا اس ضمن میں یہ کہنا بجا ہے:

> ''خط اور گفتگو ایک دوسرے کا سو فیصد بدل نہیں۔خط گفتگو سے زیادہ مدلل ہوتا ہے اس میں بات سوچ سمجھ کر کی جاتی ہے'' ۔(۲۱)

یہاں یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ خط سے مکتوب نگار کی خالص ذاتی آواز سنائی دیتی ہے،جبکہ اس کی باقی تمام آوازیں خواہ تخلیقی ادب کی صورت میں ہوں یا سماجی وسیاسی معاملات کی اصلاح کے زمرے میں شمار ہوں،مصنوعی اور غیر حقیقی قرار پاتی ہیں،کیونکہ صرف مکتوبات میں ہی وہ اپنی شخصیت کے گرد لپٹے پیاز کی طرح کے تمام چھلکے خود اتارتا چلا جاتا ہے ۔ڈاکٹر سیّد عبداللہ اسی لیے رقمطراز ہیں:

> ''ایک اچھے خط کی خوبی یہ ہے کہ اس میں خط نگار کی تصویر نظر آئے،جذباتِ انسانی کے اہم ترین ترجمان ۔چشم وابرو ۔لفظوں کے پردے سے جھانک رہے ہوں ...... ہر حسین خط کاتبِ خط کی پوری شخصیت کا ترجمان ہوتا ہے۔تبھی تو وہ بے زبانی کے باوجود–اور ظاہری انعکاسات

سے بہت دور رہ کر بھی احسن الملاقات کا درجہ حاصل کر پاتا ہے۔ورنہ پہاڑ کی گونج کی طرح محض خوف اور سراسیمگی یا ابہام و اہمال کا پیکر بن کر بے اثر ہو جائے گا اور ملاقات کی جذباتی تاثیر پیدا کرنے سے قاصر رہے گا'' ۔(۴۲)

خط چونکہ گفتگو کے نعم البدل کے طور پر سامنے آنے والی تحریر ہے اس لیے گفتگو کی طرح اس میں بھی لطافت کا ہونا ضروری ہے۔گویا اگر کوئی شخص جذباتی سطح کا ایسا خط لکھ بھی دے، جس میں اس کی تمام تر دلی کیفیات منتقل ہوں تو بھی وہ اسی صورت میں اعلیٰ مکتوب کہلائے گا، اگر اس میں لطافت و توازن کا بطریقِ احسن خیال رکھا جائے گا۔ڈاکٹر تحسین فراقی خطوط نویسی کے دائرہ کار اور اس کی بنیادی صفات کا احاطہ ان الفاظ میں کرتے ہیں:

''ہجر، وصال، غم، مسرت، یاس، رجا، حدیث دلبری یا حدیث ماتم دلبری، غرض کوئی موضوع بھی مکتوب کے دائرے سے خارج نہیں ۔ ہاں بڑا مکتوب نگار عموماً وہی ہوتا ہے، جس میں شائستگی و شرافت، ضبط و تمکین اور ٹھہراؤ اور رچاؤ بدرجۂ اتم موجود ہو۔سستی جذباتیت خط کے حسن کو مجروح کرتی ہے اور نتیجتاً خط انسانی باطن سے ہم کلام نہیں ہو پاتا، بڑے ادب کی پہچان ہی یہی ہے کہ بے شک سوختہ جانی انتہا کی ہو اور ہاتھ کی پوریں سلگ رہی ہوں، لیکن صفحۂ قرطاس اس کی حدت سے جل نہ اٹھے۔خط لکھنے والے میں یہ صلاحیت ضروری ہے کہ وہ اس حدت کو دھیرے دھیرے اس طرح صفحۂ کاغذ پر منتقل کرے کہ بے شک قعرِ دریا آتشیں ہو، مگر روئے دریا سلسبیل ہی کا منظر پیش کرے۔مکتوب کی کامیابی کی شرط یہی ہے کہ وہ انسان کے ذوقِ کلام کی تسکین کرے۔'جس شخص کا خط آیا، میں نے سمجھا کہ وہ شخص تشریف لایا'، یہ ہے کامیاب مکتوب نگاری کی کسوٹی'' ۔(۴۳)

اسی طرح خط کی ایک خوبی اختصار بتائی جاتی ہے، مگر اختصار و ایجاز کا یہ مطلب بھی نہیں کہ چند سطریں لکھ کر قلم روک لیا جائے ۔مراد یہ ہے کہ کم لفظوں میں زیادہ اور دلچسپ باتیں لکھی جائیں تا کہ مکتوب الیہ یا قاری پڑھتے ہوئے مسحور رہے۔ڈاکٹر سیّد عبداللہ خط کی تحریری فضا، تقاضوں اور اس کے دوررس اثرات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''خط بڑا نازک فن ہے ۔یہ جگر گدازی بھی ہے اور آئینہ سازی بھی۔یہ مختصر اور محدود بھی ہے اور وسیع و بے کراں بھی ہے، یہ حد سے زیادہ شخصی بھی ہے مگر اس کے باوجود آفاقی اور اجتماعی ۔ اس میں دانش بھی ہے اور بینش بھی۔بہ ظاہر کچھ بھی نہیں مگر اس کا ہر ورق پھر بھی دفتر ہے، معرفت کردگار اور معرفت انسان دونوں کا ۔یہ لکھنے والے کے لئے اگر محض عرض سخن بھی ہو تب بھی

پڑھنے والے کے لئے گنجینۂ فن ہو سکتا ہے۔غرض خط ایک جہانِ راز ہے،جس کے راز اگر
سربستہ رہیں تو سینوں کو گہر ہائے معنی کے دفینے بنا دیں اور آشکار ہو جائیں تو جذبے کی ساری
دنیا زعفران زار بن جائے''۔(۲۴)

خط کی انھی گوناگوں خصوصیات کی بنا پر ڈاکٹر خلیق انجم اسے دیگر فنون کے مقابلے میں زیادہ شائستہ اور لطیف فن گردانتے ہیں۔ان کا کہنا ہے:

''مکتوب نگاری فنونِ لطیفہ کا حصہ نہ ہوتے ہوئے بھی ایک با قاعدہ بلکہ اور فنون کے مقابلے میں
زیادہ لطیف اور زیادہ شائستہ فن ہے اسی لئے بعض اہلِ قلم نے اسے لطیف ترین فن کہا ہے،اور
فنون کی طرح اس فن میں بھی بہترین نقوش وہی ہیں جو خونِ جگر سے ابھارے گئے ہیں۔
دوسرے فنونِ لطیفہ کی طرح اس میں بھی خامۂ خوں چکاں کی ضرورت ہے''۔(۲۵)

رشید احمد صدیقی مکتوب نگاری کو باقاعدہ فنونِ لطیفہ میں شمار کرتے ہوئے اس کی باطنی خوبیوں کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

''خطوط نویسی کو میں فنونِ لطیفہ میں جگہ دیتا ہوں۔حسن و ہنر کا جو اظہار و ابلاغ مختلف فنونِ لطیفہ
سے علاحدہ علاحدہ ہوتا ہے گفتگو کرنے میں ان سے بطریقِ احسن کام لینا پڑتا ہے۔اچھی گفتگو
کرنے والے کی گفتگو میں نقش، رنگ، رقص، آہنگ اور شخصیت کی بیک وقت جلوہ گری ملتی
ہے۔شخص کی عدم موجودگی میں یہی کرشمہ اس کے خطوط میں نظر آئے گا''۔(۲۶)

بلاشبہ مکتوب نگاری میں حقیقی جوہر وہی شخص دکھا سکتا ہے جو قدرتی طور پر اس کا ملکہ رکھتا ہے اور جو خط کو اس کی عام سطح سے بلند تر کر کے اعلیٰ ترین سطح پر پہنچانے کا فن جانتا ہے اور اسے ادب بنا دیتا ہے۔ڈاکٹر سیّد عبداللہ اس جانب توجہ دلاتے ہوئے کہتے ہیں:

''خط نگاری خود ادب نہیں مگر جب اس کو خاص ماحول،خاص مزاج،خاص استعداد اور خاص فضا
میسر آجائے تو یہ ادب بن جاتی ہے۔مگر خط کو ادب بنانے کا کام بہت مشکل ہے۔یہ شیشہ گری
ہے،اس سے بھی نازک تر۔اور پھر آئینہ ساز ہو کر بھی کم ہی لوگ ایسے ہوں گے جو سچ مچ ایسا
آئینہ ڈھال سکیں جس کے جلوے خود تقاضائے نگاہ بن جائیں''۔(۲۷)

جبکہ ڈاکٹر سیّد معین الرحمٰن اس ضمن میں رقمطراز ہیں:

''اچھا خط لکھنا، ہر آدم زاد کے بس کی بات نہیں۔اس کا تعلق اچھے دوستوں کی صحبت، اچھی
کتابوں کی رفاقت کے علاوہ خود اپنے ''مزاج'' سے ہوتا ہے اور مزاج میں علم، شعور، تربیت اور
افتادِ طبع سب کا دخل رہتا ہے''۔(۲۸)

یوں ہم دیکھتے ہیں کہ حقیقی معنوں میں اچھے خط کے لوازمات پورے کرنا ہر مکتوب نگار کا شیوہ نہیں۔ یہ جوہر انھی لوگوں کو عطا ہوتا ہے جو اس فن کو برتنے کے لیے ہی پیدا ہوتے ہیں۔ ڈاکٹر انور سدید اسی پس منظر میں بتاتے ہیں:

"مکتوب نگار ادیب، شاعر یا عالم ہو تو خط کی نوعیت یکسر تبدیل ہو جاتی ہے اور یہ محض فراہمی اطلاعات کا پرزہ نہیں رہتا، بلکہ ادیب کے نہاں خانۂ خیال تک رسائی حاصل کرنے میں بھی معاونت کرتا ہے۔ چنانچہ اچھا خط لکھنا ایک جبلی عطیہ نہیں [جیسا اسلوب احمد انصاری نے کہا تھا] بلکہ ایسی وہبی قوت ہے، جسے روبہ عمل لانے کی صلاحیت چیدہ چیدہ لوگوں کو ہی عطا ہوتی ہے"۔ (۲۹)

ڈاکٹر خلیق انجم کو اعلیٰ درجے کے مکاتیب اور بلند تر ادب پارے میں یکساں خوبیاں نظر آتی ہیں۔ وہ اس ضمن میں بتاتے ہیں:

"جو خصوصیات کسی فن پارے کو ادب عالیہ میں جگہ دیتی ہیں، ٹھیک وہی خصوصیات اعلیٰ مکاتیب کے لئے بھی ضروری ہیں، یعنی ہر عہد کے لوگوں کے ذوق کی تشفی کا سامان ان میں موجود ہوتا ہے۔ ادب عالیہ زمان و مکان کی قیود سے آزاد ہو کر ہر عہد کے انسان کا تعلق، اپنے تخلیقی دور سے قائم کرتا ہے"۔ (۳۰)

مکتوب کی ایک اہم ترین خوبی جو اسے دیگر اصناف نثر سے ممتاز رکھتی ہے، یہ ہے کہ اس صنف نثر میں وارداتِ قلب کے ساتھ ساتھ حالاتِ حاضرہ پر بھی دل کھول کر اپنا مافی الضمیر بیان کرنا ممکن ہوتا ہے اور چونکہ یہ بالعموم مکتوب الیہ تک محدود رہنے والی تحریر ہوتی ہے اور عام طور پر مکتوب نگار کی وفات کے بعد ہی منصۂ شہود پر آتی ہے اس لیے مکتوب نگار ہر قسم کی گرفت سے محفوظ رہتا ہے۔ یہ غالباً واحد تخلیقی صنف ہے جس کو تحریر کرتے ہوئے مکتوب نگار کو بالکل احساس نہیں ہوتا کہ وہ کوئی تخلیقی سرگرمی انجام دے رہا ہے۔ احمد ندیم قاسمی اسی پس منظر میں رقمطراز ہیں:

"مکاتیب، علم و ادب کی نہایت دلچسپ صنف ہوتے ہیں کہ ان کی تصنیف کسی سوچے سمجھے منصوبے کے تحت عمل میں نہیں آتی اور نہ ہی مکتوب لکھنے والے کو اس طرح کا کوئی شبہ ہوتا ہے کہ یہ تحریر کسی روز پوری قوم کی زیر مطالعہ ہوگی۔ اس صورت میں مکاتیب میں جو بے تکلفی اور بے ساختگی ہوتی ہے اس کی کوئی بھی مثال کسی صنف ادب کے پاس نہیں ہے"۔ (۳۱)

جہاں تک نجی افکار و نظریات کی حصول یابی میں، مکاتیب کا بنیادی سرچشمے کی حیثیت رکھنے کا تعلق ہے تو اس ضمن میں ریاض احمد ریاض کا یہ کہنا بجا ہے:

"کسی شخص کے انتہائی ذاتی افکار و خیالات کو جاننے کے لئے اس سے بہتر کوئی صنف نہیں، بالخصوص ایسے خطوط جن کے بارے میں لکھنے والوں کو گمان تک نہ ہو کہ کل کلاں یہ چھپ کر ان کے چاہنے والوں تک بھی پہنچ سکتے ہیں"۔ (۳۲)

جبکہ ڈاکٹر انور سدید کہتے ہیں:

''خط میں انسان اپنی ذات کی کمین گاہ کے دروازے صرف اپنے دوست کے لئے کھولتا ہے اور اپنی آرزوؤں، تمناؤں اور خواہشوں میں مکتوب الیہ کی شرکت کو ایک دوستانہ فعل شمار کرتا ہے۔ چنانچہ ایک اچھے خط کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ تمام تر صداقت پر مبنی ہو اور مکتوب نگار کے مافی الضمیر تک رسائی میں کسی قسم کی رکاوٹ نہ ڈالے۔ خط جتنا غیر فنی اور غیر آرائشی ہو، اتنا ہی جاذبِ نظر اور حقیقی معلوم ہوتا ہے''۔ (۳۳)

بلاشبہ خطوط کا بنیادی مقصد پیغام رسانی ہے اور تشہیر سے ان کے خمیر کا دور کا بھی واسطہ نہیں، اسی لیے بے باک مکتوب نگار اپنی باطنی خوبیوں خامیوں کو اپنے رازداں تک پہنچا کر بھی یہی سمجھتا رہتا ہے کہ اس کا راز، راز ہی رہے گا مگر وہی خطوط جب کسی طرح مجموعے کا روپ دھار کر منصۂ شہود پر آتے ہیں تو مکتوب نگار کی شخصیت کے متعدد پہلوؤں کو سمجھنے میں مددملتی ہے اور بالعموم اس کے مقام و مرتبہ میں اضافے کا باعث یوں بنتے ہیں کہ اس کے اصل نظریات، افکار، احساسات اور تصورات تک رسائی کا بنیادی مآخذ قرار پاتے ہیں، پھر ان کی اہمیت اس لیے بھی دوچند ہو جاتی ہے کہ اکثر خطوط رہتی دنیا تک قارئین کی فکری تربیت و راہنمائی کرنے کے ساتھ اپنے دور کے معاشرتی رویوں کے عکاس بھی ٹھہرتے ہیں۔

☆☆☆☆☆

حوالے

(۱) محمد اسحٰق جلالپوری، تاج محمد۔ مرتبین؛ درسی اُردو لغت۔ اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، بار دوم، ۲۰۰۴ء۔ ص ۱۳۲۷

(۲) پروفیسر عبدالقیوم۔ مرتب؛ اُردو دائرہ معارف اسلامیہ۔ جلد ۲۱۔ لاہور: دانش گاہ پنجاب، ۱۹۸۷ء۔ ص ۴۷۳

(۳) محمد عبداللہ خویشگی۔ فرہنگ عامرہ۔ اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، جون ۱۹۸۹ء۔ ص ۶۰۹

(۴) مولوی عبدالعزیز، مولانا محمد سعید انصاری۔ مرتبین؛ لغات سعیدی۔ کراچی: ایچ۔ ایم سعید کمپنی، بار دوم۔ ص ۱۷۷

(۵) A. Farah, M. Said, The Dictionary English Arabic. Beyruth (Libnan): Dar-al-Ktob, Al-Ilmiyah, 2004, Page 445

(۶) المعلم بطرس البستانی۔ محیط المحیط۔ جلد ۸۔ بیروت (لبنان): دارالکتب العلمیہ، ۲۰۰۹ء۔ ص ۴۴۲

(۷) فاطمہ صالح شرف، لیلیٰ عبدالرازق۔ مرتبین؛ قاموس اطلس الموسوعی انجلیزی۔ عربی۔ القاہرۃ: مطابع العبور الحدیثہ، الطبعہ الرابعہ، ۲۰۱۰ء۔ ص ۷۲۵

(۸) مرزا علی اکبر دہخدا۔ مرتب؛ لغت نامہ۔ جلد ۲۵۔ تہران: چاپخانہ موسسۂ انتشارات وچاپ دانش گاہ، ۱۳۳۴ھ۔ ص ۹۸۴

(۹) حبیب اللہ آموزکار۔ فرہنگ فارسی دانش۔ تہران: موسسہ نشر علوم نورین، انتشارات صفار، بار دوم، ۱۳۸۴ھ۔ ص ۸۶۹

(۱۰) ڈاکٹر ایس۔ ڈبلیو۔ فیلن۔ اردو انگریزی ڈکشنری۔ لاہور: اردو سائنس بورڈ، بار دوم، ۱۹۸۶ء۔ ص ۱۱۱۰

(۱۱) Munir Baalbaki, Al-Mawarid Dicionary (English Arabic, Aribc English). Beyrouth (Libnon): Dar-el-Ilm- Lilmalayin, 2007, Page 1096

(۱۲) ڈاکٹر فرمان فتح پوری-مرتب: اردو لغت-جلد ہشتم- کراچی: اردو لغت بورڈ، دسمبر ۱۹۸۷ء-ص ۵۹۵

(۱۳) ڈاکٹر یونس حسنی-مرتب: اردو لغت-جلد ہژدہم-جون ۲۰۰۲ء-ص ۵۳۰

(۱۴) Sally Wehmeier, Oxford Advanced Learner's Dictionary London: Oxford University Press Page 737

(۱۵) اردو دائرہ معارف اسلامیہ- جلد ۲۱-لاہور: دانش گاہ پنجاب، ۱۹۸۷ء-ص ۴۷۳

(۱۶) ڈاکٹر خلیق انجم-مرتب: غالب کے خطوط-جلد اول- کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان، طبع سوم ۲۰۰۸ء-ص ۱۳۶

(۱۷) ڈاکٹر سید عبداللہ-وجہی سے عبدالحق تک-لاہور: سنگ میل پبلیکیشنز، ۲۰۰۳ء-ص ۲۶۰

(۱۸) مرزا محمد منور- انشا ومکتوبات- مشمولہ تاریخ ادبیاتِ مسلمانانِ پاک و ہند- جلد سوم- لاہور: پنجاب یونیورسٹی، ۱۹۷۱ء-ص ۲۵۹

(۱۹) ایضاً: ص ۳۶۰

(۲۰) ڈاکٹر سید عبداللہ-وجہی سے عبدالحق تک-ص ۲۶۰

(۲۱) ڈاکٹر خلیق انجم-مرتب: غالب کے خطوط-جلد اول-ص ۱۲۸

(۲۲) وجہی سے عبدالحق تک-ص ۲۶۶

(۲۳) ڈاکٹر تحسین فراقی-عبدالماجد دریابادی احوال وآثار-لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، طبع دوم، ۲۰۰۶ء-ص ۳۳۵

(۲۴) وجہی سے عبدالحق تک-ص ۲۶۹

(۲۵) غالب کے خطوط-جلد دوم-ص ۱۲۴

(۲۶) صائمہ سلیم-مرتب: صدرنگ سدابہار خط-لاہور: الوقار پبلی کیشنز، ۲۰۰۵ء-ص ۱۲

(۲۷) وجہی سے عبدالحق تک-ص ۲۶۲

(۲۸) صدرنگ سدابہار خط-ص ۱۹

(۲۹) انور سدید-اردو میں خطوط نگاری-مشمولہ شہاب نامے-مرتبہ تسلیم احمد تصور-لاہور: سورج پبلشنگ بیورو، ۱۹۹۶ء-ص ۱۴

(۳۰) غالب کے خطوط-جلد اول-ص ۱۲۹

(۳۱) شیخ محمد اسمٰعیل پانی پتی-مرتب: مکتوباتِ سرسید-جلد اول-لاہور: مجلس ترقی ادب، طبع دوم، جون ۱۹۷۶ء-ص ۶

(۳۲) ریاض احمد ریاض-مرتب: خط انشا جی کے-لاہور: لاہور اکیڈمی، ۲۰۰۲ء-ص ۸

(۳۳) انور سدید-اردو میں خطوط نگاری-مشمولہ شہاب نامے-ص ۱۳